سلسلہ مطبوعات دائرہ طلوع اسلام

ہندوستان کا تہذیبی مستقبل

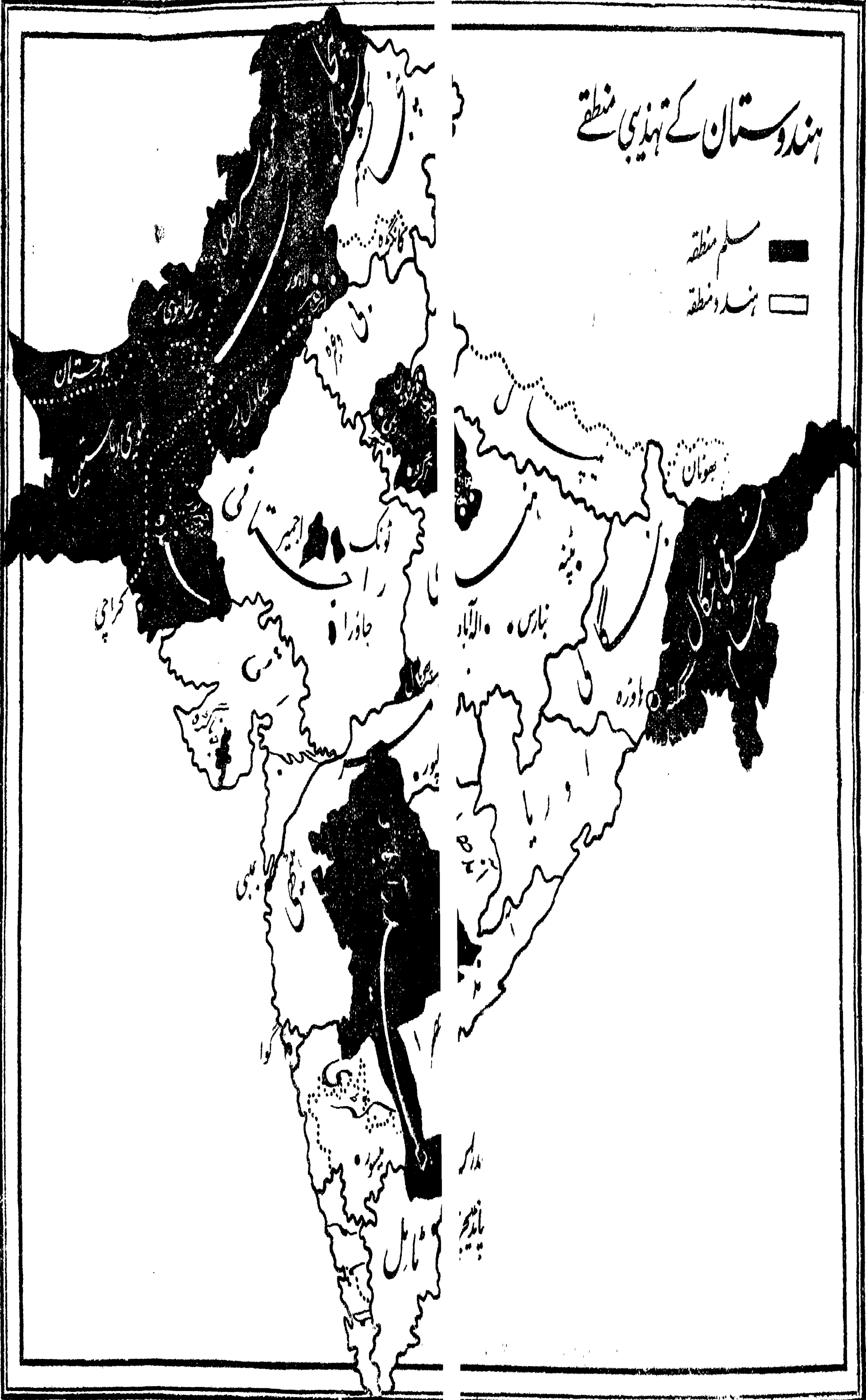
ڈاکٹر سیّد عبداللطیف

انڈیا بک ہاوس

مکتبہ سیاسیہ
اردو بازار - دہلی

قیمت چھ آنہ

یہ پمفلٹ مطبوعہ رسالہ طلوع اسلام سے مرتب کیا گیا ہے۔



ہندوستان کے تہذیبی منطقے
مسلم منطقہ
ہندو منطقہ
کانگڑہ
لاہور
بلوچستان
کراچی
ٹونک
اجمیر
جاورا
پٹنہ
بنارس
الہ آباد
ہاوڑہ
بمبئی
گوا
میسور
مدراس
پانڈیچری
تامل

ہندوستان کا تہذیبی مستقبل

ہندو مسلم ملاپ کی گتھی سلجھنے میں نہیں آتی۔ اسکے سلجھانے والے محض سیاسی لیڈر ہیں اور جب تک صرف سیاسی ناخن کار فرما ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ گتھی الجھی ہی رہیگی۔ ضرورت ہے کہ اس مسئلہ پر سیاسی پہلو کی بجائے، تہذیبی مسئلہ کی حیثیت سے ــ جیساکہ وہ فی الحقیقت ہے نظر ڈالی جائے۔ اگر ایسا ہو جائے اور واقعیت پسندانہ Realistie انداز میں ہو جائے تو پھر اس سے ملا جلا ہر مسئلہ یہانتک کہ سیاسی مسئلہ بھی سلجھ جائے گا۔

تہذیب (Culture) کا لفظ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ اس میں ذہنی، جمالیاتی، روحانی اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی غرض ہر قسم کی انسانی جد و جہد شامل ہے۔ کیونکہ تہذیب کا سرچشمہ نفس انسانی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جیسا نفس (Mind) ہو گا، ویسے ہی اسکے مظاہر ہونگے جن سے تہذیب صورت پذیر ہوتی ہے۔ لہذا قابل توجہ مسئلہ یہ ہے کہ آیا ہندوستان میں ایسا نفسِ واحد جنم لے سکتا ہے جو اس سرزمین کے مختلف طبقات کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اپنے کو آشکارا کر سکے ؟ یا یوں کہیئے کہ کیا ہندوستان ایک واحد قومیت پیدا کر سکتا ہے ؟ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو کیا کوئی اور دُنیا دے ہے جس پر ایک ایسی وحدت قایم کیجا سکے جو مختلف طبقات کی تہذیبوں میں مستقل طور پر منعکس رہے ؟

قومیت اس مسئلہ پر صحیح طور سے غور کرنیکے لیئے قومیت Nationalism کے ٹھیک ٹھیک مفہوم کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ انگریزی زبان کا شاید ہی کوئی اور لفظ ایسا ہو جسے ہمارے ملک کے سیاستدانوں اسقدر غلط استعمال کیا ہے کبھی لاعلمی کی وجہ سے مگر اکثر و بیشتر عوام کی نادانی سے ناجائز فائدہ اٹھانے

کی غرض سے اس لفظ کا غلط استعمال روا رکھا جاتا ہے۔ اس لفظ میں کچھ ایسی دلفریبیاں ہیں کہ قریب قریب ہر تنظیم چاہے اُسکا مسلک کتنا ہی تنگ کیوں نہ ہو، اپنی ہر بات کو قومیت کے رنگ میں پیش کرنا سُود مند خیال کرتی ہے، اسلیئے سب سے پہلے اس لفظ کا حقیقی مفہوم ہمارے سامنے واضح ہونا چاہیئے۔

میرا منشا یہ نہیں ہے کہ اس لفظ کی وہ سب تعریفیں پیش کروں جو اب تک کی گئی ہیں۔ اور جو بجائے خود اتنی کثیر اور ایسی متضاد ہیں کہ ان سے جی گھبرا اُٹھتا ہے۔ مگر میں بہت مختصر طور پر بتانا چاہتا ہوں کہ آپ قومیت کے تصور کو چاہے نسلی نقطۂ نظر سے دیکھیں یا لسانی، مذہبی، معاشی اور جغرافیائی نقطۂ نظر سے اسپر بحث کریں یا اسے کسی ایسے نظریئے سے منطبق کریں جو یورپ یا کسی اور ملک کی سیاسی زندگی کے نت نئے حالات سے وجود میں آیا ہو۔ آپ کو بہر صورت یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اِن سب نظریوں کی تہ میں ایک ایسا مشترک عنصر موجود ہے جو اساسی اہمیت رکھتا ہے، اور جس کا ہونا کسی قوم کے وجود میں آنے یا اسکی تشکیل پانے کے لیئے ناگزیر ہے۔ یہ عنصر ایک مشترک اخلاقی شعور Moral consciousness ہے اسکی موجودگی اُن سب افراد کی زندگی میں ضروری ہے، جو ایک قوم کی حیثیت سے مل جل کر رہنا چاہتے ہیں سوال یہ ہے کہ آیا کوئی ایسا مشترک اخلاقی شعور اسوقت ہندوستان میں موجود ہے؟ یا مستقبل قریب میں اُسکے پیدا ہونے کی کوئی اُمید ہے؟ یہ سوال سنجیدہ غور و فکر کا مقتضی ہے کیونکہ کسی اور بنیاد پر اس ملک کے لیئے ایک واحد قومیت کے وجود یا اُسکی تشکیل پر بحث کرنے کی جرأت ہی نہیں کیجا سکتی

اتحاد کے اجزا کا فقدان

نسلی اعتبار سے ہندوستان میں ہم جنسی نہیں ہے۔ وہ مختلف اور مخلوط نسلوں کا مجموعہ ہو یہ چیز واحد قومیت کی تشکیل میں حائل نہ ہوتی اگر اُسکے رہنے والے کم از کم تہذیبی اعتبار سے ایک ہوتے مگر ایسا بھی نہیں ہے دوسری تہذیبوں سے قطع نظر یہاں دو بڑی تہذیبیں ساتھ ساتھ موجود ہیں۔ جن میں مختلف مذاہب کی روح کارفرما ہے اور جو افراد کی زندگی کے ہر پہلو پر گہرا اثر رکھتی ہیں، یورپ یا ممالک متحدہ امریکہ کی تمثیل یہاں پوری نہیں اترتی۔ کیونکہ وہاں کے لوگوں کے مسلک رومن کیتھولک اینگلیکن، پروٹسٹنٹ یونانی مسیحیت، سب ایک ہی سوتے سے نکلے ہیں اور کم و بیش ایک ہی

قسم کے اخلاقی شعور یعنی مسیحی شعور۔ کی پرورش کرتے ہیں۔ اور قومی جتھابندی کے راستہ میں حائل نہیں ہوتے۔

ہندوستان میں معاملہ برعکس ہے۔ اسلام اور ہندومت میں بُعدالمشرقین ہے وہ مختلف معاشرتی نظام کے ذمہ دار ہیں، اسلام ایسی جمہوریت کی تلقین کرتا ہے جو نوعِ انسان کو ایک کرنے کے لیے رنگ، نسل اور زبان کے اختلافات یا جغرافیائی حدبندیوں کو کالعدم کر دیتی ہے، ہندومت ذات پات کے جھمیلوں اور درجہ بندیوں کا نظام ہے اور اسکی رگ رگ میں علامت پرستی Symbolism رچی ہوئی ہے۔ ہندومت فی الحقیقت کوئی ایک مذہب نہیں ہے وہ کئی مذہبوں یا تہذیبوں کا ایک وفاق Federation ہے وہ ایک سماجی استبداد ہے جو برہمنی رسوم کے ذریعہ ذہنی ارتقا کی ہر منزل پر اپنے پیرووں کو ایک آہنی گرفت میں رکھتا ہے وہ ایک معاشرتی نظام ہے، جس میں روحانیت یا فلسفہ یہانتک کہ ہر قسم کی نیکی بھی محض انفرادی کوشش ہوتی ہے جسکا پورے سماج کی روحانی یا اخلاقی ترقی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اب صورت یہ ہے کہ نئی تعلیم اس برہمنی نظام کا شیرازہ بکھیر رہی ہے اور سیاسی بیداری کی موجیں جو لسانی صوبہ داریت (Linguistic provincialism, کے ڈھرّوں پر امڈی چلی آرہی ہیں۔ انھوں نے مرہٹہ۔ راجپوت، گجراتی، بنگالی اوڑیسہ، آندھرا، ملیالی، کنڑی اور ٹامل غرض نئے نئے نسلی اور تہذیبی مسائل پیدا کر دیے ہیں ان قوتوں کے ہوتے ہوئے ایک واحد اور مستقل ہندو قومیت کی تشکیل کچھ آسان کام نہیں ہے۔ درانحالیکہ جنوبی ہند کی وہ عظیم الشان دراوڑی تہذیب جس کو صدیوں سے آریہ تہذیب نے سُلا رکھا تھا۔ اب بیداری کی کروٹ لیتی ہوئی نظر آرہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ وہ کونسا عنصر ہے جس کی مدد سے ہندوستان میں ایک ایسی قومیت بن سکتی ہے جو ہندو، مسلمان، عیسائی اور بدھ وغیرہ سب کو بغیر کسی امتیاز کے اپنے میں جذب کرے مشترکہ زبان[1] شاید یہ کر سکتی تھی مگر اس کا ابھی تو سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں

---

[1] اسلام میں اشتراک زبان بھی وجہِ جامعیت نہیں ہو سکتا ورنہ ابوجہل اور حضرت عمرؓ کی زبان تو ایک ہی تھی (طلوع اسلام)

جہاں ایک طرف ہندؤں اور مسلمانوں کی تہذیبی کش مکش جاری ہو۔ اور دوسری طرف لسانی صوبہ واریت کے داؤ پیچ چل رہے ہوں وہاں ایسی مشترکہ زبان جو ملک کے تمام باشندوں پر اثر انداز ہو کیسے پنپ سکتی ہے؟

ایک اور مشکل یہ ہے کہ واحد قومیت کے تصور کو جس فضا میں عملی جامہ پہنانے کی خواہش کی جاتی ہے وہ بڑی وسیع ہے، ہندوستان ایک ملک نہیں ہے وہ ایک برا عظم ہے جسکا رقبہ روس کو چھوڑ کر سارے یورپ کے برابر ہے۔ ہندوستان کی موجودہ وحدت۔ سیاسی معاشی یا جس قسم کی سمجھو ــــ اُس برطانوی راج کا نتیجہ ہے جسکے مٹانے پر ایک مخلوق تلی ہوئی ہے

ہندوستان کے لیے مشترکہ قومیت کا راگ الاپنا جبکہ قومیت کے جملہ عناصر ترکیبی مفقود ہوں بڑی ہٹ دھرمی ہے مشترکہ قومیت کا راگ اسی وقت بھلا معلوم ہو سکتا ہے۔ جب کوئی مشترکہ اخلاقی شعور موجود ہو یا اُسکے وجود میں آنے کا سچ مچ امکان ہو مشترکہ شعور کی موجودگی میں واحد قومیت کی داغ بیل پر کسی پروگرام کا بنانا واجبی بات ہے۔ لیکن اگر ایسا شعور موجود نہیں ہے یا اُسکا وجود میں آنا ممکن نہیں ہے تو پھر ہمیں فراخدلی کے ساتھ اپنی کوتاہیاں تسلیم کر لینی چاہئیں اور ہندوستان کی وحدت کے منصوبے کو کسی اور بنیاد پر کھڑا کرنا چاہیئے۔

میں یہ باور کرنے کے تیار نہیں کہ ہندوستان کے لیے مشترک قومیت کا دم بھرنے والے ــ کم ازکم وہ جو اُن میں زیادہ باخبر ہیں۔ راستہ کی کٹھن مشکلوں سے واقف نہیں ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اجنبی تسلط کے خلاف نفرت پھیلا کر سارے ملک میں ایک ہمہ گیر شعور پیدا کیا جا سکتا ہے جو لوگ اس عقیدہ کے دلدادہ ہیں انہیں یہ بھولنا نہیں چاہیئے کہ ہر ایسا شعور جو نفرت یا بَیر سے پیدا ہو محض شکست و ریخت کا ایک غیر اثباتی جذبہ ہوگا۔ اور وہ اُن ایجابی (Positive) فضائل کو پیدا نہ کر سکے گا، جو اس مشترکہ اخلاقی شعور کے راستے کے دیرینہ اور مکروہ موانعات کو ہمیشہ کے لیئے دُور کر سکے جس پر صحیح قومیت کا انحصار ہوتا ہے یا جس پر حقیقی جمہوریت پھل پھول سکتی ہے، ہندوستان کی آزادی کے مسئلہ کو اپنی خاص بنیاد پر رہنا چاہیئے۔ اسے واحد قومیت کی تجویز کے ساتھ خلط ملط کرنا آزادی کی راستہ میں

نئی رُکاوٹیں پیدا کرنا ہے۔ اسی طرح کسی پنہاں مقصد کے حصول کے لئے کارل مارکس کے مذہب گرسنگی Hunger creed کو مسلمانوں کے افلاس کا علاج قرار دینا خطرہ سے خالی نہیں ہے یہ گویا زہر کو شکر میں لپیٹ کر دینا ہے۔ اگر انکی بھوک کو دُور کرنا ہے تو پھر اس ضرورت کو اسی نام سے پورا کرو۔ کیونکہ بھوک کوئی قومیت نہیں رکھتی، واحد قومیت کے نظام العمل میں گرسنگی کے مذہب کو بھانا بنانا خطرناک راستہ ہے؛ کیا ہماری مختلف تہذیبی جبلتیں (Cultural instincts) پیٹ بھرتے ہی دوبارہ اُبھر نہ آئیں گی۔ اور تشدد آمیز ردِ عمل کا باعث نہ ہوں گی؟

میں یہ کسی حال میں پسند نہ کرونگا کہ قومیت کے پروگرام کی بنیاد ان قوتوں پر رکھی جائے جو نفرت کی پیداوار ہوں۔ ایسی قوتیں دیرپا نہ ہوں گی اور اُنہیں ہماری سمجھ پر پردہ ڈالنے کا موقع نہ دینا چاہیئے۔ میری تمنا یہ ہے کہ ہندوستان کو ایسے بلند اور نیک مقصد کے لیے متحد ہوتا دیکھوں جو آزادی کی خاطر آزادی کا ایک ایسا لائحہ عمل پیش کرے جو اس دیس کے ہر سپوت کو مساوات کی بنیاد پر آزادی عطا کرے، ہندوؤں اور مسلمانوں کی تہذیبی امتیازی خصوصیتوں کی موجودگی میں واحد قومیت ممکن نہیں ہے، الا یہ کہ مسلمان اپنی تہذیب اور انفرادیت سے دست بردار ہو جائیں اور ہندوانہ معاشرتی نظام میں ذیلی ذات (Sub coste) کی حیثیت سے اپنے آپ کو اس طرح ضم کر دیں جس طرح بہت سے گروہ پہلے ضم ہو چکے ہیں، یا یہ کہ خود ہندو اپنی علامت پرستی کی زندگی اور ذات پات کے امتیازات کو ترک کر کے خالص قسم کی جمہوری زندگی میں مسلمانوں کے حصہ شریک ہو جائیں چونکہ ہندوستان کی موجودہ نسلوں سے ایسی اُمید رکھنا مشکل ہے اسلئے یہ دریافت کرنا ہمارا فرض ہے کہ اس مُلک کی زندگی میں ایسا اتحاد کس طرح حاصل کیا جائے جو دیرپا ہو اور مُلک کے سامنے حقیقی آزادی اور خوش حالی کا راستہ کھول دے

کانگرس کا نصب العین

اگر ان حقایق اور موانعات کے باوجود واحد قومیت Single Nationality کی بنیاد پر کسی پروگرام پر اصرار کیا گیا تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ ہندو قومیت کو مستحکم کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ اور یہ کہ دوسری قوموں کو ہندوؤں کے رحم و کرم پر زندگی گزارنی ہو گی ۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ

نہ تو کانگریس کا پروگرام جو واحد قومیت کے مفروضہ پر مبنی ہے مسلمانوں کے لئے اپنے اندر کوئی دلکشی رکھتا ہے، اور نہ ۱۹۳۵ء کا ایکٹ جسکی آڑ میں کانگرس اپنا مطلب حاصل کرنے کی دُھن میں لگی ہوئی ہے۔

یہ ایکٹ ہر صوبہ کے لیئے اور سارے ہندوستان کے لیئے ایک جمہوری نظام حکومت قایم کرتا ہے۔ اور خاصکر برطانوی نمونہ کی جمہوریت کو معرض وجود میں لانا چاہتا ہے۔ حالانکہ انگلستان اور ہندوستان کے حالات زندگی یکساں نہیں ہیں۔ انگلستان کے بسنے والے زندگی کے جملہ بُنیادی اُمور میں یکساں ہیں، وہاں کثرت کی حکومت قوم کے رُجحانات کا عام طور پر صحیح عکس ہو سکتی ہے، وہاں کسی کو مخصوص نمایندگی یا تحفظ کی ضرورت نہیں اسکے برخلاف ہندوستان میں برطانوی وضع کی جمہوریت یا اکثریت کی حکومت کے معنے یہ ہوں گے کہ ایک ہی فرقہ یا قوم جسکو اکثریت حاصل ہے مگر جس کی زندگی کے بنیادی اُصول دوسرے فرقوں سے بالکل مختلف ہیں، حکومت کریگی۔ پس ظاہر ہے کہ ۱۹۳۵ء کا ایکٹ جس قسم کی جمہوریت قایم کرتا ہے یا جس مستعمراتی صورت Dominion form کیطرف رہنمائی کرتا ہے وہ ایسی جمہوریت ہے جسکے ماتحت اقلیت والی قوموں کو محکوم قوموں کی حیثیت سے زندگی بسر کرنی ہو گی اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اقلیت والی قوموں کے لیئے ایسی جمہوریت کوئی جمہوریت نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ کانگرس جو اس جمہوری مشین کو چلانے میں سرگرم عمل ہے ممکن ہے اس امر سے انکار کرے کہ وہ ہندو راج قایم کرنا چاہتی ہے لیکن واقعات اس انکار کی تردید کرتے ہیں۔ مجھے کانگرس کی پُوری تاریخ پر جو دلچسپی سے خالی نہیں ہے، تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں، میں صرف ۱۹۳۲ء کے اُس واقعہ کی یاد دلانا چاہتا ہوں جب گاندھی جی یرودا میں ایک بظاہر انتخابی مسلہ کے لیئے اپنی جان پر کھیل گئے تھے۔ مسلہ کیا تھا یہ کہ اچھوت اقوام کو ملک کی قانون ساز مجالس میں ایسے نمایندوں کے بھیجنے کا حق دیا جائے، جنکا انتخاب خود ان اقوام نے کیا ہو اور جنہیں انکا اعتماد حاصل ہو اس حق کو روکنے کے لیئے گاندھی جی نے اپنی جان کی بازی لگا دی تھی اُنہوں نے ہندوستان کی آزادی کی خاطر یا ہندوستانی قومیت کی خاطر ایسا نہیں کیا تھا

بلکہ جیسا کہ خود انھوں نے فرمایا ہے۔ "ہندو جاتی کو مستحکم کرنے کے لیئے .... اِس یادگار فاقہ سے کچھ ہی دن پہلے انہوں نے گول میز کانفرنس میں اپنے خیالات یوں ظاہر فرمائے تھے۔

مَیں اچھوتوں کے اہم مفاد کو ہندوستان کی آزادی کے حصول کی خاطر بھی نہ بیچوں گا۔ میں یہاں نہ صرف کانگرس کیطرف سے بول رہا ہوں .... بلکہ خود اپنی طرف سے بھی۔ اس سے ہندو جاتی میں افتراق پیدا ہو جائے گا۔ جس کو میں کسی صورت میں بھی اطمینان سے نہیں دیکھ سکتا" پھر یرودا میں انہوں نے اسی خیال کا اعادہ یوں فرمایا تھا

"یہ میرا یقین ہے کہ جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب جو خالص سیاسی نقطۂ نظر سے کیسے بھی کیوں نہ ہوں، اچھوتوں اور ہندو مت دونوں کے لیئے مضر ہیں وہ ہندو مت کی شکست و ریخت کر کے اسکا شیرازہ بکھیر دینگے"۔

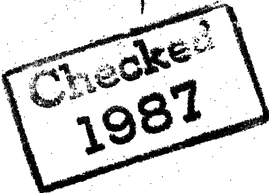
یہ ہے کانگرسی نظام کی کنجی جسکا پیش کرنیوالا خود کانگرس کی کشتی کا ناخدا ہے۔ گویا کانگرس کے نزدیک بھی سیاست مذہب سے الگ نہیں ہے۔ اگر کانگرس کے انتخابی انتظامات کا منشا ہندو مت کو مضبوط کرنا یا ہندو قومیت کو فروغ دینا ہے اور مسلمان بھی اپنے لئے جُداگانہ انتخابی حلقوں کو ملّت اسلامی کے بچاؤ اور مسلم قومیّت کو برقرار رکھنے کے لیئے ضروری سمجھتے ہیں تو پھر دونوں کے لیئے بہتر یہی ہو گا کہ وہ دو ایسی قوموں کی حیثیت سے جو اپنے اپنے تہذیبی نصب العین کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل جُدا ہیں مگر جنہیں حالات نے ایک ہی سرزمین پر بسا دیا ہے۔ مساوات کی بنیاد پر مصالحت کر لیں اور ایک ایسا میثاق ترتیب دیں جو ایک دوسرے پر دست درازی کو روکے اور ایسا جذبہ پیدا کرے جو مُلک کی فلاح و بہبود کے لیئے مل جُل کر پُرامن طریقہ پر کام کرنیکا محرک ہو۔

تہذیبی تحفظات

اس بات کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے کہ جہاں مسلمان یا ہندو اقلیت میں ہیں وہاں اُنکے مذہب، شخصی قانون، اور تہذیب کے تحفظ کے لیئے کانگرس آمادہ ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس

آمادگی کا مطلب کیا ہے؟ اِس بڑے بول میں کیا کیا باتیں پنہاں ہیں؟ اور اس وعدہ کو ہر طبقہ سے نباہتے ہوئے، حکومت ہندوستان میں واحد قومیت Single Nationality کس طرح پیدا کرے گی یہ ظاہر ہے کہ "مذہب، شخصی قانون، اور تہذیب" زندگی کی قریب قریب ہر بڑی عملیت (Activity) پر حاوی ہیں، چاہے وہ عملیت روحانی، سماجی، معاشی یا تعلیمی (ذہنی، اخلاقی اور جمالیاتی) ہو اور مسلمانوں کے باب میں تو سیاسی جدوجہد بھی اس دائرہ سے باہر نہیں رہتی کیونکہ ان کی زندگی ایک ایسے ہمہ گیر ضابطہ حیات کی تابع ہے جس کو عرف عام میں شریعت کہا جاتا ہے، گویا کانگرس کے وعدہ کے ماتحت شریعت کا تحفظ بھی ضروری ہوگا۔ لہٰذا اگر زندگی کے ان تمام شعبوں کو جن پر شریعت محیط ہے بلا شرکت غیرے مسلمانوں کے سپرد کر دیا جائے تو نظم و نسق کے تمام اہم شعبوں میں جن میں عدالت، کوتوالی اور تعلیم بھی شامل ہوں گے۔ مسلمانوں کے لیے متوازی انتظامات Parallel arragements کرنے پڑینگے۔ اور اگر یہ سب انتظامات کر دیے جائیں پھر حکومت کے پاس کیا رہ جائے گا جسکی مدد سے وہ سارے ملک کے لیے متحدہ قومیت کے ڈھانچہ کو کھڑا کریگی، کیا ہر بڑے تحفظ کا وجود بجائے خود عضوی وحدت (Organic Uuity) کا بطلان نہیں ہے، مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندؤں، عیسائیوں، وغیرہ کے تحفظات کو تسلیم کرنے کا نتیجہ فی الحقیقت تہذیبی اعتبار سے خود مختار قوموں کا قیام ہوگا[1] واحد قومیت کی تشکیل نہ ہوگی۔ پھر اس کھلی ہوئی حقیقت کو کیوں تسلیم نہ کر لیا جائے اور ۱۹۳۵ء کی سیاسی مشین کی جگہ جو بظاہر ایک ایسی متحدہ قومیت کے لیے تیار کیگئی ہے جس کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے، کوئی اور مشین بنائی جائے۔ جو ہندوستانی قوموں کے وفاق کے لیے جنہیں تہذیبی خودمختاری حاصل ہو۔ موزوں ہو۔ ہندوستان میں اتحاد کے حصول کا یہی ایک طریقہ ہے۔ اسکے سوائے اور کوئی طریقہ نہیں۔ لیکن چونکہ کانگرس اپنے تصور پر غور کرنے کے لیے مائل نظر نہیں آتی بلکہ ہندو قومیت کے مفاد کی خاطر موجودہ مشین سے فائدہ اٹھانے پر وہ تلی ہوئی ہے، اسلیئے قدرتی طور پر مسلمان بھی اس پر اڑے ہوئے ہیں کہ جن تحفظات کے وعدے کئے گئے ہیں انہیں دستور Constitution کا ایک مستقل جزو قرار

[1] Federation of culturally autonomous nationalities



دیدیا جائے کیا کانگرس سمجھتی ہے کہ یہ اصرار کیوں ہے ؟

خانہ جنگی کے قرائن

اگر میں مسلمانوں کے منشا کو واضح کرنا چاہوں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ اِس شرط پر محض اسوجہ سے مُصر ہیں کہ اگر اُنکے ہندو ہموطن اپنی تعداد کے گھمنڈ میں کسی وقت بدعہدی کریں تو مُسلمانوں کو خود دستور کے برقرار رکھنے کے لیئے لڑنے کا اخلاقی حق حاصل رہے مُسلمانوں میں کسی نہ کسی وجہ سے یہ احساس قوی ہوتا جا رہا ہے کہ ہندو اکثریت نئے سیاسی اقتدار کے نشہ میں زود یا بدیر اپنی تہذیب کو حکومتی مشین کے ذریعہ سارے مُلک کے سر تھوپنے کی کوشش کریگی اور اسوقت مُسلمانوں کو اپنے بچاؤ کی غرض سے شاید خانہ جنگی کی مصیبتوں میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ مسلمانوں کا یہ اصرار کہ اُنکے تہذیبی تحفظات کو دستور میں جگہ دی جائے۔ حقیقت میں ایک اخلاقی حق حاصل کرنے کی کوشش ہے تاکہ اگر — خدانکردہ — کبھی اِس کی ضرورت ہو تو وہ ایک پاک ضمیر کے ساتھ میدان میں آسکیں اور اُن کی شکایت ایک آئینی تائید کے ساتھ مہذب دُنیا کی ہمدردی حاصل کرسکے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ مذہبی اور تہذیبی تحفظات کو دستور میں شامل کرنے کے مطالبہ کا منشا یہی ہے اور اسی وجہ سے مُسلمانوں کے نزدیک کانگرسی وزرا کے یا خود کانگرس کے محض وعدے کوئی وزن نہیں رکھتے

ہمیں سچے دل سے دُعا کرنی چاہیئے نہ کہ ہمارا . . . . . . بلکہ خانہ جنگی کی بلا سے بچا رہے مگر اکثریت رکھنے والی ہندو قومیت کو حکومتی مشین کے ذریعہ خصوصاً مسلمانوں کے سر تھوپنا خود خانہ جنگی کو دعوت دینا ہوگا۔ پچھلے زمانوں میں ہندوستان کی خانہ جنگیاں فرقہ وار نہیں تھیں، وہ ایسے حکمران خاندانوں یا لالچی لیٹروں کے درمیان ہوتی تھیں جو بھاڑے کی فوج کی مدد سے کسی بلند جذبہ کی بجائے ذاتی ہوسناکیوں کے لیئے لڑتے بھڑتے تھے۔ اِسکے برعکس ہندوؤں اور مُسلمانوں کی لڑائی اگر خدانخواستہ کبھی ہوگئی تو وہ بالکل مختلف بنیادوں پر ہوگی وہ ایسی جنگ ہوگی جس سے ہندوستان کو اپنی طویل تاریخ میں کبھی سابقہ نہیں پڑا۔ وہ کسی ایک صوبہ میں محدود نہ ہوگی۔ ایسی جنگ سے سب کو بچنا چاہیئے۔

ہندوستان کا مسئلہ

ہندوستان کے اتحاد کا مسئلہ ایک کھلا تہذیبی مسئلہ ہے اور وہ ان دونوں قوموں کی تہذیبوں کی بقا سے وابستہ ہے جو ایک دوسرے میں ضم ہونا تو نہیں چاہتیں مگر رواداری کے ساتھ باہم مل جل کر رہنا چاہتی ہیں۔ ان حالات میں واحد قومیت کے تصور کو بالکل چھوڑ دینا چاہیئے۔ یہ تصور موجودہ ہندوستانی ماحول میں بارآور نہیں ہو سکتا اور نہ برطانوی پارلیمنٹ کا کوئی دستور، چاہے وہ ہندوستان کو فوراً استعمراتی درجہ بھی کیوں نہ دیتا ہو — اس مقصد کو پورا کر سکتا ہے۔ گہری اور مستقل بدگمانیوں نے جگہ پکڑلی ہے، ہندوؤں کو اسکا ڈر ہے کہ ہندوستان برطانوی تسلّط سے آزاد ہوگیا تو کہیں شمال مغرب سے مسلمانوں کا سیاسی اثر پھر نہ گھس پڑے۔ کیونکہ اس سمت میں اسلامی ممالک کا سلسلہ بحر اوقیانوس تک پھیلا ہوا ہے اور اُن ممالک میں چپکے چپکے وہ شعور کام کر رہا ہے جو عجب نہیں ایک دن نئی قوتوں کو حرکت میں لاکر دنیا کے مختلف حصوں میں سیاسی اقتدار کو ازسرِنو عمل میں لے آئے ہندو قوم زبان سے کچھ ہی کہے مگر وہ دل سے پورنا سوراج یا ایسی آزادی چاہتی ہے جسکا اظہار آئین ویسٹ منسٹر میں ہو سکے یعنی ایسی آزادی جس سے ہندوؤں کو ایک طرف تو ملک کے اندرونی نظم و نسق پر قابو حاصل ہو جائے اور دوسری طرف — شمال مغرب کی جانب سے حملہ ہونے کی صورت میں — برطانوی تائید حاصل رہے۔ اُسکے برخلاف مسلمانوں کی قوم یہ محسوس کرتی ہے کہ اگر ہندو قوم کو ایسی قوت حاصل ہو گئی تو مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیئے اُنکے زیرِنگیں رہنا پڑے گا۔ اور اپنی مذہبی، اخلاقی، اور تہذیبی بنیادوں پر آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا موقع باقی نہیں رہے گا۔ جانبین کی یہ بدگمانی اصلیت سے خالی نہیں ہے اور اسکو ہمیشہ کے لیئے دُور کرنا ضروری ہے۔

حل

اس کا حل جو بھی تجویز کیا جائے۔ اُس میں دو چیزوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے:۔

(۱) ہر قوم کی تہذیبی آزادی اور (۲) ہندوستان کا سیاسی اتحاد۔ اور اگر یہ دونوں

ناگزیر قرار پائیں تو ملک کے سامنے دو راستوں میں سے ایک راستہ کھلا ہوا ہے یا زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہیئے کہ ان دونوں راستوں میں سے ایک دوسرے کی طرف رہنمائی کرتا ہے ایک طریق تو یہ ہے کہ ہر فرقہ یا قوم کو موجودہ حالات سے مطابقت پیدا کرنے اور اپنے تعلقات کو اس طرح درست کر لینے کا موقع دیا جائے کہ اُن میں سے کوئی ایک دوسرے پر دست درازی نہ کر سکے دوسری صورت یہ ہے کہ موجودہ حالات ہی کو بدل دیا جائے اور ہندوستان کی مختلف قوموں کے لیئے ایسے جُداگانہ وطن یا تہذیبی حلقے بنا دیئے جائیں جو ایک مشترکہ سیاسی مرکز سے وابستہ رہیں اور اس طرح اُن ختم نہ ہونے والے قضیوں کو ہمیشہ کے لیئے رفع کر دیا جائے جو ان دو قوموں کے تہذیبی نصب العین کے بنیادی اختلاف کیوجہ سے ہر جگہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

باہمی تصفیہ کے ان دو طریقوں میں سے پہلے طریقہ کو فوراً اختیار کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اکثریت والی قوم کے لیڈر ہمدردی اور واقعیت پسندی کے ساتھ حالات پر نظر ڈالیں اور ایک ایسے ادارہ کے ذریعہ جس کی ساخت میں ہندو عنصر علانیہ غالب ہے سارے ملک کی نیابت کے حق کو اپنا اجارہ قرار دینے کی کوشش نہ کریں۔ ایسی کوشش محض ایک شائستہ فریب ہے اور فریب انجام کار سودمند نہیں ہوتا۔ وہ اپنا ردِّ عمل آپ پیدا کریگا جس سے مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہو جائے گا محفوظ ترین راستہ یہ ہے کہ ہر قوم کو اس کی اجازت دیجائے کہ وہ خود اپنے ادارہ Organisation کے ذریعہ اپنا قومی منشا ظاہر کرے۔ انصاف کا بھی تقاضا یہی ہے اور بدگمانیوں کو دُور کرنے کے لیئے مُلک کی فوری ضرورت بھی یہی ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ مختلف قومی اداروں کے نمائندوں کا ایک ہم آہنگی پیدا کرنیوالا مشترکہ ادارہ (Co-ordinating Agency) تشکیل دیا جائے تاکہ وہ ایک ایسا نظام العمل مرتب کرے جسکے تحت سب اکٹھے ہو کر ایسے دستور کے حصول کے لیئے کام کریں۔ جو فی الحال ملک کی ہر قوم کے لیئے قابل قبول ہو اور ہر اقلیت والی قوم کے لیئے اُسکے مذہب شخصی قانون اور تہذیب کے متعلق ضروری تحفظ کے اسباب مہیّا کر دے اور معاشی تحفظ کا بھی اطمینان دلائے۔ کیونکہ اسکے بغیر کوئی تہذیب نہ زندہ رہ سکتی ہے اور نہ پھل پھول سکتی ہے۔ وہ ایک ایسا دستور

ہو جس میں ایک قوم کو دوسری قوم پر دست درازی کا موقع نہ ملے اور ساتھ ہی وہ مختلف اقوام میں ایک دوسرے کے فلاح و بہبود اور مشترکہ وطن کے دائمی مفاد کے لیئے مل جل کر کام کرنے کا مقدس جذبہ پیدا کرے۔

حصہ دوم

تہذیبی منطقوں کی تشکیل

یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کیا ہندوستان کے مسئلہ کا یہی آخری حل ہے؟ آخری حل کا انحصار بہت کچھ اس روش پر ہے جو ہر قوم کی آنیوالی نسلیں اختیار کرینگی لیکن کوئی شخص یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک مخلوط زندگی میں وقتاً فوقتاً کیا کیا ہوتا رہے گا اسلیئے یہ خیال اور بھی قوی ہوجاتا ہے کہ ہمیں ایسی چیز کیطرف قدم اٹھانا چاہیئے جو اُن تحفظات سے زیادہ دیرپا اور مستقل ہو جن کی نسبت یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مؤثر طریقہ پر خوش اسلوبی کے ساتھ کارگر ثابت ہونگے

بین الاقوامی دُنیا میں حیات جدید کا میلان یہ ہے کہ ہر تہذیبی وحدت Cultural unit کو ایک جغرافیائی وطن حاصل رہے جسکو ہر متنفس اپنا وطن کہہ سکے اور جسکی بنیاد پر ایک خوش حال قومیت کی تعمیر کیجاسکے بجائے اسکے کہ ہم اُن دیسی ریاستوں اور صوبہ جات کے وفاق کے ذریعہ ہندوستان میں اتحاد پیدا کریں جو ہماری پچھلی جنگ آزمائیوں کی پیداوار ہیں اور جہاں ہر جگہ ہندو مسلم مسئلہ حیات عامہ کو تباہ کر رہا ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آبادی کے تبادلہ کی اسکیم کے ذریعہ جو سہولت کے ساتھ کئی سال میں نافذ ہوسکے ہم ایسی آزاد مملکتوں کے عہدیہ یا وفاق کی تشکیل کی کوشش کریں جو تہذیبی اعتبار سے خود مختار ہوں؟

موجودہ حالات کے ماتحت ہندوستان کے مسلمانوں کو چار ہم جنس تہذیبی منطقوں (Cultural Zone) میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اسی طرح ہندوؤں کے لیئے کم سے کم گیارہ تہذیبی

منطقے قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ اور دیسی ریاستوں کی بھی جو سارے ملک میں منتشر ہیں اُنکے فطری رجحانات کے مطابق مختلف تہذیبی منطقوں میں تقسیم عمل میں آسکتی ہے ۔۔ ایسا ہر منطقہ ایک آزاد خود مختار مملکت ہوگا جسکا اندرونی انتظام وفاقی صورت اختیار کریگا اور اسکو اسی طرح کی دوسری آزاد مملکتوں کے ساتھ ایک کُل ہندی وفاق یا عہدیہ (All India Confederacy) میں موزوں جگہ حاصل رہیگی۔

مسلم تہذیبی منطقے

شمال مغربی حلقہ پہلے مسلمانوں کو لیجئے۔ اسوقت شمال مغرب میں مسلمانوں کا ایک بڑا حلقہ ہے جو سندھ، بلوچستان، پنجاب، صوبہ سرحدی اور خیرپور و بھاولپور کی ریاستوں پر مشتمل ہے، ان چھ علاقوں میں ایک وفاقی تعلق پیدا کر کے اس سارے رقبہ کو ایک واحد خود مختار مملکت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے اسمیں دو کروڑ پچاس لاکھ مسلمانوں کو اپنا آزاد وطن ملجائیگا۔[1]

شمال مشرقی حلقہ ہندوستان کے دوسرے سرے پر شمال مشرق میں بنگال اور آسام میں مسلمانوں کا ایک پورا حلقہ تین کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل ہے جو اپنی ایک خاص سیاسی زندگی بسر کرسکتا ہے۔

دہلی اور لکھنؤ کا حلقہ متذکرہ صدر دو حلقوں کے درمیان مسلمانوں کی آبادی غیر مساوی طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ وہ ان دو حلقوں میں سے اپنے سے قریب تر حلقہ میں بس سکتے ہیں اور باقی جن کی بڑی تعداد بہار اور صوبہ متحدہ میں آباد ہے اور جن کی آبادی قریب ایک کروڑ بیس لاکھ ہے انہیں ایک ایسے حلقہ میں مجتمع کیا جاسکتا ہے جسکی سرحدیں ریاست پٹیالہ کے مشرق سے لکھنؤ تک وسیع ہوں گی اور جس میں رام پور بھی شامل ہوجائیگا

دکن کا حلقہ بندھیاچل اور ستپوڑہ کے جنوب میں جو مسلمان آباد ہیں اُنکا معاملہ خاص غور و فکر کا مستحق ہے یہ سارے جنوبی ہند میں منتشر ہیں، ان کی آبادی کے رقبوں میں کوئی یکسانیت نہیں ہے،

---

[1] اس تجویز کو پاکستان کے تخیل سے نہیں ملانا چاہیئے وہ ایک ایسی تحریک ہے جو خاص کر شمال مغرب کے مسلمانوں کے مفاد سے تعلق رکھتی ہے، اسکیم جو یہاں پیش کی جارہی ہے وہ کل ہند زاویۂ نگاہ کے حامل ہے وہ تمام ہندوستانی اقوام کے لیئے اندرونی تہذیبی تحفظ کا یقین دلاتی ہے اور اُن کے درمیان ایک مستقل سیاسی اتحاد پیدا کرنا چاہتی ہے۔"

اور اُن کی تعداد کم وبیش ایک کروڑ بیس لاکھ ہے اُنکے لیئے ایک حلقہ کے تراشنے کی ضرورت ہے اور ایسا حلقہ حیدرآباد کی ریاست فراہم کرسکتی ہے۔ اس غرض کے لیئے جنوب کیطرف سے ایک خطۂ اراضی، جو اضلاع کرنول، کڑپہ، چتور، شمالی ارکاٹ اور چنگل پیٹ سے گزر کر شہر مدراس تک پہنچتا ہے حیدرآباد کو واپس دیا جاسکتا ہے۔ ایسا خطہ جسکا راستہ سمندر کیطرف کھلا ہوگا۔ مسلمان تاجروں اور ساحل پر رہنے والوں کی اُس بڑی جماعت کو آباد کرنے کے لیئے ضروری ہوگا جو صدیوں سے ساحل کارومنڈل اور ملیبار پر آباد ہے، اِس حلقہ کی تشکیل ہر فریق کے لیئے مفید ثابت ہوگی اور اُس کی بدولت پانچ جداگانہ ہندو اقوام یعنے مرہٹہ، کنڑی، ملیالی، ٹامل اور آندھرا کے لیئے کامل آزادانہ وجود کا موقع بہم پہنچے گا اور اُن کی جداگانہ سرحدیں قایم ہوسکیں گی، حیدرآباد کا موجودہ رقبہ لسانی اعتبار سے ایک وحدت نہیں ہے۔ شمال مغربی اضلاع کی زبان مرہٹی ہے جنوب مغربی اضلاع کی کنڑی اور مشرقی اضلاع کی تلنگی۔ ریاست حیدرآباد کے تلنگی بولنے والے باشندے صوبۂ آندہرا میں ضم ہوسکتے ہیں جو شمالی سرکار گنٹور، نلور پر مشتمل ہوگا اور جس میں کرنول، کڑپہ اور چتور کے کچھ حصے اور صوبۂ متوسط کا ایک خطہ شامل ہوگا۔ مرہٹے اور کنڑے مغرب اور جنوب مغرب میں اپنی قوموں میں جذب ہوجائیں گے جنوبی ہند کے مسلمان جو دکن کے حلقہ میں آجائیں گے۔ انہیں یہ تاریخی شعور پیدا ہوگا کہ وہ اُس اسلامی تہذیب کے وارث ہیں جو یہاں صدیوں سے نشو ونما پاتی اور پھلتی پھولتی رہی ہے اور جو عہدِ مغلیہ میں جب کہ یہ سارا علاقہ ایک ہی صوبہ میں شامل تھا۔ اپنے عروج کی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔

اس حلقہ کے لیئے جو رقبہ قرار دیا گیا ہے وہ ان مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے جو یہاں آباد کیئے جائیں گے بظاہر بڑا معلوم ہوگا۔ لیکن یہاں چند خاص اُمور کو پیش نظر رکھا گیا ہے، ریاست حیدرآباد کے بڑے بڑے علاقے ابھی نشو ونما نہیں پاسکے ہیں وہ یا تو صحرائی رقبے ہیں یا پہاڑی اور بنجر علاقے ہیں، اور مسلمانوں کو ایک وسیع جزیرہ نما یعنے جنوبی اوڑلیسہ صوبۂ متوسط صوبۂ بمبئی و مدراس اور میسور ٹراونکور اور کوچین سے لاکر یہاں مجتمع کرنا ہے۔ گزشتہ تیس پینتیس سالوں میں ان علاقوں کے مسلمانوں کی آبادی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور ان کی آیندہ وسعت پذیری کو بھی ہمیں ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

اسکے سوا شمال مشرق اور دہلی و لکھنؤ کے حلقوں کے مسلمان چھوٹے رقبوں میں محدود رہیں گے۔ ان حلقوں کی آبادی اگر بڑھے تو اسکو آئندہ دکن کے حلقہ میں بسایا جاسکتا ہے اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ چھوٹے چھوٹے فرقے جیسے عیسائی اور صحرائی اقوام اور ہریجنوں کا ایک بڑا طبقہ جو یہاں کی آب و ہوا سے مانوس ہوگیا ہے، خاص مراعات کے تحت یہیں رہنا پسند کریگا اور اس رقبہ میں جتنی آبادی ہونی چاہیئے اسکی تکمیل کرے گا۔

مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے منطقے مسلمانوں کے لیئے یہ چار حلقے بنانے کی تجویز میں اُن مسلمانوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا جو راجپوتانہ، گجرات، مالوہ اور مغربی ہند کی دیسی ریاستوں میں رہتے ہیں، انہیں بھوپال، ٹونک جوناگڈھ، جاورہ، اور دوسری اسلامی ریاستوں میں تبادلۂ آبادی کی بنیاد پر مجتمع کرنا ہوگا۔ اور اجمیر کو بھی جو مسلمانوں کے لیئے خاص اہمیت رکھتا ہے ایک محفوظ مرکز قرار دینا ہوگا

ہندوؤں کے تہذیبی منطقے

اب اسکے بعد باقی ہندوستان گیارہ تہذیبی منطقوں میں منقسم ہوسکے گا جس سے ہندوؤں کے ہر تہذیبی مفاد کو استقلال حاصل ہوجائیگا۔ اگر مشرق سے شروع کریں تو بنگال (۱) کا ایک حصہ موجودہ بہار کے تھوڑے سے ایسے حصے کے ساتھ جو تہذیبی مناسبت رکھتا ہے، بنگالی ہندوؤں کے لیئے ایک جداگانہ حلقہ بنجائیگا۔ اوڑیا بولنے والے باشندوں کو ایک عظیم تر اوڑیسہ (۲) میں مجتمع کیا جاسکتا ہے۔ دہلی اور لکھنؤ کے مجوزہ اسلامی حلقہ سے لیکر مغربی بہار تک اور ہمالیہ سے لیکر بندھیاچل تک جو علاقہ پھیلا ہوا ہے وہ وسط ہند کی ریاستوں کے ساتھ ایک علیحدہ حلقہ بن سکے گا۔ ہندوؤں کے مقامات مقدسہ ہردوار الہ آباد، بنارس اور متھرا وغیرہ سب کے سب اس رقبہ میں آجائیں گے۔ یہ ہندوستان خاص (۳) کا علاقہ ہوگا جہاں آریوں کی بنیادی تہذیب ع جس میں نئی روح پھونکی جائیگی۔ اس آزادی کو اجاگر کرنیکا ایک اچھا ذریعہ ثابت ہوگی۔ راجپوتانہ (۴) کی ریاستیں باہم ملکر ایک اور حلقہ تشکیل دینگی جوان کی قدیم رزمی زندگی کی یاد تازہ کریگا۔ گجرات (۵) کو کاٹھیاواڑ کی ہندو ریاستوں کے ساتھ ملا کر ایک علیحدہ حلقہ قرار دیا جاسکتا ہے جہاں گجراتی تہذیب خاطر خواہ ترقی کرسکے گی، مرہٹہ قوم (۶)

ع کو مزید نشو ونما کے لئے کامل آزادی حاصل رہیگی اور شاید ایسی ہندی زبان بھی

کے لیے جو اپنی نمایاں قومی خصوصیات اور اپنی تہذیب رکھتی ہے ایک جُداگانہ حلقہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح دراوڑی تہذیبوں کے مجموعہ کے لیے جنسے کنٹری (۷) آندھرا (۸) ٹامل (۹) اور ملیالی (۱۰) تہذیبیں مُراد ہیں ان کی اپنی بنیادوں پر جُداگانہ نشوونما پانے کی صورت نکالی جاسکے گی

شمال مغرب کے مسلم حلقہ میں رہنے والے ہندوؤں اور سکھوں کے لیے ایک حلقہ (۱۱) تشکیل دینا ہوگا۔ اُسکے متعلق یہ ہوسکتا ہے کہ سندھ کے ہندوؤں اور سکھوں کے لیے ایک حلقہ تشکیل دیا جاسکتا ہے جس میں وہ سکھ اور ہندو ریاستیں شامل ہوں گی جو اسوقت پنجاب ایجنسی کے تحت ہیں اور جو تہذیبی اعتبار سے ایک دوسرے سے کوئی اہم اختلاف نہیں رکھتیں۔ کشمیر کی ہندو ریاست اسی ہندو سکھ حلقہ میں شامل کرلیجاسکے گی۔ اس ریاست کی آبادی میں مسلمانوں کا عنصر نمایاں طور پر غالب ہے چند اضلاع میں مسلمان ہی زیادہ تر آباد ہیں۔ ان کو باہمی سمجھوتہ کے ذریعہ پنجاب خاص میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ اور اسکے معاوضہ میں موجودہ پنجاب کے شمال مشرق کا ایک حصہ جس میں وادی کانگڑہ بھی شامل ہوگی، مہاراجہ کے حدود اختیار میں داخل کیا جاسکتا ہے، ملک کے اس حصہ میں رہنے والے ہندوؤں اور سکھوں کو آباد کرنے کے لیے یہ حلقہ کافی وسیع ہوگا۔

شاہی کمیشن

مذکورۂ بالا ہندو اور مسلم حلقوں کی تشکیل سے ہر تہذیبی وحدت کی سیاسی اُمنگیں پُوری ہوجائینگی اور ہر ایک کے لیے خود اسکا ایک وطن مہیا ہوجائے گا جو اسکی آبادی کے تناسب کے مطابق ہوگا۔ مختلف حلقوں کی حدبندی جو اوپر پیش کیگئی ہے اسکی نوعیت محض ایک تجویز کی ہے، اور اُسکا صحیح تعین ایک شاہی کمیشن کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔

تبادلۂ آبادی

اس میں شک نہیں کہ تبادلۂ آبادی کا خیال اکثر لوگوں کے دل میں، چاہے وہ ہندو ہوں یا مسلمان، جو کسی خاص سرزمین سے وابستہ ہیں، پہلے پہل ایک قسم کی بے کلی پیدا کردیگا لیکن جو فوائد اس سے حاصل ہونگے وہ اس قسم کی بے کلی یا جذبہ کو بالکل بھلادینگے۔ اگر ہر فرد کے لیے اُسکے نئے وطن میں وہ

تمام معاشی اسباب مہیا کردیے جائیں جو اسکو پہلے مقام پر حاصل تھے تو زمین دوستی کے جذبہ کے بجائے ایک نیا جذبہ جو کہیں زیادہ بلند اور شریف ہوگا پیدا ہو جائے گا جو اُسکے لیئے کافی صلہ ہوگا۔ ایک دوسرے کی خیرسگالی اس مجوزہ تبادلہ آبادی کی محرک ہوگی اور نہ صرف ہندوستان کے سیاسی اتحاد کی خاطر عمل میں لائی جائیگی بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو دائمی طور پر یقین دلانے کے لیئے بھی کہ وہ اپنی اپنی تہذیبی بنیادوں پر اپنے اپنے وطن میں آزاد زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان حالات میں ہر شخص کو چاہیئے کہ اُس زحمت کو جو ایسی منتقلی میں ضمناً پیش آجائے خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور تبادلہ آبادی کے عمل کو کافی وسیع مدّت تک مثلاً ۱۵ سے ۲۰ سال تک پھیلا کر ایسی زحمت کو کم کردیا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ زیادہ تر مسلمانوں ہی کو ایسی زحمت پیش آئیگی۔ کیونکہ دو حلقوں سے قطع نظر جو شمال کے دونوں گوشوں میں واقع ہیں، مسلمان سارے مُلک میں منتشر بستیوں میں پھیلے ہوئے ہیں، دہلی اور لکھنؤ یا دکن کے حلقہ میں ان کو مجتمع کرنے کا مسئلہ ظاہر ہے کہ بڑی قربانیوں کا باعث ہوگا لیکن یہ بہتر ہے کہ اُن کی موجودہ نسل ہی مردانہ وار اس آزمائش کا مقابلہ کرے بجائے اسکے کہ وہ اس کام کو اپنی اولاد کے لیئے اٹھا رکھے۔ اسوجہ سے کہ پُر امن طریقہ پر آبادی کے تبادلہ کا جو موقع ہمیں اسوقت حاصل ہوسکتا ہے وہ بہت ممکن ہے کہ آنیوالی نسلوں کو حاصل نہ ہوسکے۔ ہندوؤں کے لیئے آبادی کا تبادلہ نسبتاً کمتر فاصلہ تک محدود رہے گا اور وہ اسی قسم کی آب وہوا کے علاقوں میں منتقل ہو جائینگے اس میں شک نہیں کہ حیدرآباد کے اسلامی حلقہ سے آبادی کا تبادلہ تمام ہندوؤں کے حق میں اسوجہ سے مفید ہوگا کہ یہاں تین مختلف ہندو نسلیں آباد ہیں جو تین مختلف زبانیں یعنی تلنگی، کنڑی اور مرہٹی بولتی ہیں، اس اسکیم کے تحت وہ ہمسایہ ہندو حلقوں میں جاکر اپنی ہم نسلوں سے مل جائینگی اور اپنے ہم جنس لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرینگی۔

مجوزہ وفاق میں تحفظات

موجودہ تہذیبی وفاق قایم ہو جانے کے بعد بھی یہ ممکن ہے کہ بہت سے افراد جو مختلف قوموں سے تعلق رکھتے ہیں، مختلف اغراض کے تحت وہیں رہیں جہاں وہ تھے۔ ایسے افراد کی ذات اور تہذیبی

مفادات کا ایک قانون کے ذریعہ تحفظ کیا جائیگا جو "اقوامِ ہند کا قانون عامہ" کے نام سے موسوم ہوگا اور جسکو مرکزی حکومت نافذ کریگی، یہاں یہ اضافہ کر دینا ہوگا کہ اگر کوئی قوم مقبرے، عبادت گاہیں، تاریخی یادگاریں، اور قبرستان اپنے پیچھے چھوڑ جائے، تو اُن کو برقرار رکھا جائیگا۔ اور ہر آزاد مملکت مرکزی حکومت کی نگرانی کے تحت اُن کی حفاظت کریگی

ہندوستانی عیسائی وغیرہ ہندوستانی عیسائی، انگلو انڈین پارسی یا بدھ مت والوں کے مسئلہ پر یہاں بحث نہیں کیگئی ہے اِس مسئلہ کو ابھی کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہوئی ہے، اور مناسب تصفیہ کے لیئے اسکو مستقبل پر چھوڑنا چاہیئے۔ اُسوقت تک ہر مجوزہ آزاد مملکت کو خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان یہ چاہیئے کہ انہیں تمام ضروری مذہبی، تہذیبی اور معاشی تحفظات عطا کرے تاکہ وہ ایک مشترکہ زمین کے فرزندوں کی طرح باعزت زندگی بسر کر سکیں۔

البتہ ہریجنوں کا مسئلہ ایک بالکل جداگانہ بنیاد پر قایم ہے، انکا طبقہ کچھ چھوٹا نہیں ہے وہ کروڑہا کی تعداد میں، سارے ملک میں منتشر ہیں اور ہر چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ان کی نسلوں کے اقسام بھی بے شمار ہیں اور اُنکی کوئی مشترکہ تہذیب بھی نہیں ہے، انہیں اس امر کی کامل آزادی ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی جگہ ہندو قومیت میں یا کسی دوسری قومیت میں حاصل کریں کیونکہ اگر انہیں یونہی چھوڑ دیا جائے تو انکو اپنی کوئی تہذیب نمو دینے کے لیئے صدیاں لگ جائیں گی۔

خاتمہ ہندوستان کے مسئلہ کا یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جس کی ترتیب میں حقیقت آشنا خلوص نے میری رہبری کی ہے اسلیئے مجھے اسکا حق ہے کہ اُسپر واقعیت پسندی کے غور کرنیکی اپنے ہم وطنوں سے التجا کروں۔ میں اس اندیشہ سے خالی نہیں کہ وہ لوگ جو غور و فکر کی زحمت سے دُور رہنا چاہتے ہیں یا وہ جو دوسروں کی تاریخی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھانے سے کبھی نہیں چوکتے اس تجویز کو ایک لا امکانی یا بادہوائی بات باور کرانیکی کوشش کرسکتے ہیں، مگر آنیوالی نسل جس کو بہت نزدیک سے زندگی کے حقائق اور واقعات سے نپٹنا پڑیگا وہ اس تجویز کی افادیت متعلق بہتر رائے قایم کریگی، ہمارے لیئے تو سوال یہ ہے کہ ہم یا اس عقدہ کو ہم خود حل کریں یا اُسے آنیوالی نسل کے لیئے اٹھا رکھیں جو فیصلہ ہم کرینگے۔ آنے والی

آل انڈیا مسلم لیگ اور دائرہ طلوع اسلام کی نادر کتابیں

پاکستان اور مسلمان

از مسٹر محمد علی جناح

مع دیباچہ

اس کتاب کے متعلق قائد اعظم کا ارشاد گرامی

"جن لوگوں کو ہندوستان کے آئندہ دستوری مسائل اور اس کے حل سے دلچسپی ہے میں ان کے لئے اس کتاب کو قابل مطالعہ سمجھتا ہوں مجھے یقین ہے کہ ..... اس کتاب کے پیش کردہ اعداد و شمار اور سیاسی و تاریخی دلائل قائل کر دینگے کہ ..... بہترین صورت یہی ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کر دیا جائے"

قیمت اردو عہ انگریزی ۱۲ علاوہ محصولڈاک

ہندوستان کا آئندہ دستور کیا ہونا چاہیے

خود قائد اعظم نے اس کتاب کا دیباچہ تحریر فرمایا ہے

ہندوستان کے دستوری مسائل پر حسب ذیل مشہور سیاست دان حضرات کی اہم اور تاریخی تقاریر اور مضامین کا نایاب مجموعہ

قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح
مسٹر ایم - این - رائے
مسٹر بیورلے نکلس
مسٹر ای - بارا ای دی
مسٹر گوپال
مسٹر اکبری حیدری ہند
مسٹر بالا سبرامنیم
مسٹر تان بھساجاریہ
مسٹر - ای - ایچ - قریشی
مسٹر جیا ستر
خانصاحب عبدالرحمن
جمیل الدین صاحب

قیمت

اردو عہ انگریزی عہ علاوہ محصولڈاک

جناح

مسئلہ دستور مستقبل ہندوستان

اس مجموعہ میں مسلم لیگ کی اہم تجاویز - مسٹر جناح کے تمام بیانات مضامین اور تقاریر مسٹر گاندھی کی تقاریر نیز بابو راجندر پرشاد اور مسٹر جناح کے درمیان خط و کتابت

قیمت اردو ۸ ر قیمت انگریزی ۸ ر

قائد اعظم مسٹر جناح کے خطبات صدارت

قیمت علاوہ محصولڈاک

خطبہ صدارت اجلاس لکھنو اردو ۳ ر انگریزی ۳ ر
خطبہ صدارت اجلاس لاہور اردو ختم ہوگئے انگریزی ۶ ر
خطبہ صدارت مدراس اردو ۶ ر انگریزی ۶ ر
خطبہ صدارت اجلاس دہلی اردو ختم ہوگئے انگریزی ۶ ر
خطبہ صدارت اجلاس کراچی اردو ۶ ر انگریزی ۶ ر

گفتگوئے مصالحت

یعنی خط و کتابت ما بین

مسٹر گاندھی ــــ مسٹر جناح
مسٹر نہرو ــــ مسٹر جناح
مسٹر بوس ــــ مسٹر جناح

قیمت علاوہ محصولڈاک اردو ۶ ر انگریزی ۶ ر
علاوہ محصول ڈاک

تقریر مسٹر جناح - اجلاس اسمبلی اردو ۲ ر قیمت انگریزی ۴ ر

مدعا و مطالبہ ۴ ر پیام حریت ۴ ر وردھا اسکیم اردو ۴ ر انگریزی ۴ ر
پیرپور رپورٹ ۴ ر انگریزی حیات جناح زیر طبع ۳ روپیہ

دور حاضرہ کی عظیم الشان کتاب

معارف القرآن

از جناب چودھری غلام احمد صاحب پرویز

رسالہ طلوع اسلام کے مشہور اہل قلم جناب پرویز گذشتہ ۱۵ سال سے اس عظیم الشان قرآنی انسیکلوپیڈیا کی ترتیب میں مصروف ہیں تمام ہندوستان میں صرف ہمارے مکتبہ سے معارف القرآن کی جلد اول حاصل ہو سکتی ہے - اس کتاب کے متعلق یوں سمجھئے کہ جو مسئلہ آپ کے ذہن میں آئے پورا کا پورا قرآنی تعلیم یکجا ایک دلکش مربوط مضمون کی صورت میں آپ کے سامنے ہو عنقریب اس شاہکار تصنیف کی دوسری جلد بھی شائع ہونے والی ہے پہلی جلد نایاب ہو چکی ہے جلد طلب فرمایئے - بڑی تقطیع کے ۵۲۰ صفحات پر مشتمل کتابت طباعت نہایت جنت نگاہ جلد خوبصورت اور مطلا - قیمت علاوہ محصولڈاک دس روپے غیر مجلد نو روپے

ہندوستانی تصادم قومیت مع دیباچہ از مسٹر محمد علی جناح مصنفہ ایم - آر - ٹی علاوہ محصول ۱۲ ر

بزم طلوع اسلام کی مقبول عام کتابیں

جو صرف ہم سے دستیاب ہو سکتی ہیں

سوشلزم اور اسلام ۱۲ ر	(۱۶) شاہ ولی اللہ اور قرآن و حدیث ۶ ر
(۲) واردھا اسکیم اور مسلمان ۶ ر	(۱۷) سوراجی اسلام ۶ ر
(۳) ہندوستان کا تہذیبی مستقبل ۶ ر	(۱۸) اسلام و مذہبی رواداری ۶ ر
(۴) عرضداشت جمعیت علماء کرام ۲ ر	(۱۹) پیشنہاد دل دستور ہند ۸ ر
(۵) اسلامی قومیت کا حقیقی مفہوم ۲ ر	(۲۰) اسلام اور سائنس ۸ ر
(۶) خدا کی بادشاہت ۶ ر	(۲۱) جدید مملکت پر اقبال کی تنقید ۸ ر
(۷) کفار سے دوستی ۶ ر	(۲۲) پاکستان ۳ ر
(۸) خطبہ صدارت علامہ اقبال ۳ ر	(۲۳) نادر شاہ اتحاد شیعہ و سنی ۶ ر
(۹) ہندوستان میں سوشلزم ۴ ر	(۲۴) کانگریس بے نقاب ۶ ر
(۱۰) متحدہ قومیت اور مولانا حسین احمد ۶ ر	(۲۵) عنکبوت ۲ ر
(۱۱) پیام مشرق ۴ ر	(۲۶) مسلمان کی زندگی ۶ ر
(۱۲) مسئلہ ہندوستان اور اس کا حل ۴ ر	(۲۷) علم تعبیر ۶ ر
(۱۳) متحدہ قومیت ۲ ر	(۲۸) پاکستان قومی تحریک ۴ ر
(۱۴) سلیم کے نام ۲ ر	(۲۹) اسلامی معاشرت ۶ ر
(۱۵) زبان کا مسئلہ ۴ ر	(۳۰) ہندوستانی مسلمانوں کا جائزہ ۲ ر

کتابیں ملنے کا پتہ

مکتبہ سیاسیہ

اردو بازار دھلی